www.KitaboSunnat.com

حافظ صلاح الدین یوسف

مسئلہ شہادتِ نسواں

چند اہم نکات کی وضاحت

جون ۱۹۸۹ء میں وفاقی شرعی عدالت کے لاہور بینچ میں تقریباً دو ہفتے مسئلہ شہادتِ نسواں پر بحث جاری رہی، درخواست گزاروں کا موقف یہ تھا کہ حدود آرڈیننس میں حدود کے معاملات میں عورت کی گواہی کو جو ناقابلِ قبول قرار دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔

تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کے علاوہ تجدد پسندوں اور مغرب زدہ حضرات کو بھی دعوتِ خطاب دی گئی اور فاضل عدالت نے بڑے صبر و تحمل سے سب کی باتیں سنیں۔ متجددین منحرفین میں ایک جاوید احمد الغامدی صاحب بھی تھے۔ انہوں نے نہ صرف شہادتِ نسواں کے مسئلے میں مغرب زدگان کی ہم نوائی کی بلکہ اپنے بیان اور خطاب میں اور بھی کئی اسلامی مسلمات کا انکار اور قرآن کریم کی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا۔

راقم بھی اس بحث میں فاضل عدالت کی خواہش پر، چونکہ مکمل طور پر شریک رہا تھا، اس لئے غامدی صاحب کا بھی پورا بیان سننے کا موقع ملا، ان کے بیان کے بعد راقم نے فاضل عدالت کو خطاب کرکے کہا کہ غامدی صاحب نے تمام اسلامی مسلمات کا انکار کیا ہے۔ اس لئے ہمیں اس بیان پر بحث کرنے اور اس کا جواب دینے کا موقعہ دیا جائے۔ لیکن اس وقت کے چیف جسٹس صاحب نے اس درخواست کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔

راقم نے یہ دیکھتے ہوئے کہ فاضل عدالت بوجوہ مزید وقت دینے کو مناسب خیال نہیں کرتی تو راقم نے اپنے اس مفصل بیان کے علاوہ جو فاضل عدالت میں تحریری طور پر غامدی صاحب سے پہلے پیش کر چکا تھا، ذیل کی تحریر تیار کی۔ اس میں غامدی صاحب اور ان جیسے بعض دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معترضین کے پیش کردہ دلائل کا مختصر جائزہ لیا۔ اور ان کے موقف کی کمزوری اور ان کے استدلال کے پائے چوبیں کی بے تمکینی کو واضح کیا۔ (یہ تحریر بھی اس وقت فاضل عدالت میں پیش کر دی گئی تھی)

نومبر ۱۹۹۰ء کے "اشراق" میں جناب غامدی صاحب نے اپنے اس بیان کا خلاصہ شائع کر دیا ہے، جو انہوں نے فاضل عدالت کے روبرو پیش کیا تھا، چونکہ انہوں نے اپنا یہ خلاصہ شائع کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں جو تحریر یہ شرعی عدالت کو ارسال کی گئی تھی۔ ہم بھی افادۂ عام کی خاطر اسے "محدث" میں شائع کرا رہے ہیں

اس تحریر میں قارئین شاید کچھ تشنگی اور ابہام محسوس کریں، کیونکہ یہ تحریر یہ خاص پس منظر میں لکھی گئی ہے جس میں اصل مسئلہ کی بجائے مخصوص نکات ہی پیش نظر رہے ہیں۔ اصل مسئلہ پر راقم کا مفصل مقالہ ماہنامہ "تعلیم الاسلام" ماموں کانجن میں بالاقساط شائع ہو رہا ہے۔

(صلاح الدین یوسف)

مسئلہ شہادتِ نسواں پر، جو فاضل عدالت میں زیر بحث ہے، دو موقف پیش کئے گئے ہیں اتفاق سے اس دفعہ گزشتہ چند دنوں لاہور میں جو بحث ہوئی، اُسے راقم کو سننے کا موقع ملا۔ اس سے الحمد للہ راقم کو اُس موقف کی صداقت پر مزید یقین حاصل ہوا جو چودہ سو سال سے علماء و فقہائے اُمت کا رہا ہے اور اب تک ہے۔

علاوہ ازیں قرآن فہمی کے اس اصول کی صداقت بھی مزید نکھر کر سامنے آئی کہ قرآنِ کریم کو حدیثِ رسول کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ ایسی جو کوشش بھی ہوگی وہ سراسر گمراہی ہے، کیونکہ اس سے نظریاتی انتشار اور فکری انارکی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ایک تیسری چیز یہ بھی واضح ہوئی کہ علماء و فقہائے اُمت کا مسئلہ شہادتِ نسواں پر جو اتفاق ہے اُس کی بھی واحد وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے آیاتِ متعلقہ کا مفہوم و مطلب حدیثِ رسولؐ سے متعین کیا ہے جس کی وجہ سے وہ ان آیات کی تشریح و توضیح میں کسی گنجلک کا شکار نہیں ہوئے بلکہ حیرت انگیز حد تک اُن کے درمیان مماثلت و موافقت پائی جاتی ہے۔

اِس کی وضاحت کے لیے پانچ ضمیمے آخر میں شامل ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس جو دوسرا موقف پیش کیا گیا ہے، اس کے پیش کرنے والوں نے بھی زبان کی حد تک اگرچہ اس موقف کا اعادہ کیا ہے کہ حدیث کی حجیت کے وہ بھی قائل ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس زبانی دعوے کے بعد انھوں نے موقف جو پیش کیا ہے وہ سراسر حدیثِ رسول ﷺ سے انحراف پر مبنی ہے۔ اس لئے ان کا یہ دعویٰ کہ حجیتِ حدیث کے وہ قائل ہیں، مرزائیوں کے اس دعوے سے مختلف نہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت کے قائل ہیں۔ دراں حالیکہ ختمِ نبوت کا وہ ایک ایسا مفہوم مراد لیتے ہیں کہ جس سے متنبئ قادیاں کی نبوت کا اثبات بھی ہو سکے۔ اگر مرزائیوں کا دعویٰ ختمِ نبوت اس لئے تسلیم نہیں کہ وہ اس کا ایک من مانا مفہوم مراد لیتے ہیں اور اس مفہوم کو تسلیم نہیں کرتے جو امت کا متفقہ مسلک ہے تو پھر ان حضرات کا حجیتِ حدیث کے تسلیم کرنے کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جو حجیتِ حدیث کا ایک خود ساختہ مفہوم مراد لیتے ہیں اور وہ مفہوم مراد نہیں لیتے جو اس کا حقیقی مفہوم ہے اور جسے پوری امت کے علماء و فقہاء تسلیم کرتے آئے ہیں۔

قرآن فہمی کے اصول میں اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے ان حضرات نے آیات زیر بحث کا مفہوم حدیثِ رسول ﷺ سے قطعاً بے نیاز ہو کر محض اپنے زورِ فہم سے متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انھوں نے تمام مسلّمات کا ہی انکار کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کا موقف بھی ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں، ایک دوسرے کے متضاد ہے۔ گویا ایک متفقہ موقف سے انحراف کرکے انھوں نے کوئی ایک واضح موقف پیش کرنے کی بجائے اختلاف و انتشار کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور یہ حدیثِ رسول ﷺ سے انحراف کا وہ لازمی و منطقی نتیجہ ہے جو بہر صورت نکلتا ہے اور ہمیشہ نکلے گا۔

اپنی اس بات کو اب میں چند مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ میرا نقطہ نظر نمایاں ہو سکے۔

آیت وَاللّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ (النساء ۱۵) میں فاحشہ سے کیا مراد ہے۔ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک تمام مفسرین، محدثین، علماء و فقہاء نے کہا ہے کہ یہاں اس سے مراد بے حیائی کی وہ قبیح ترین صورت ہے جسے زنا کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی وضاحت حضرت عبادہؓ بن صامت کی اس صحیح حدیث میں آگئی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ میں جس "سبیل" کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا وہ سبیل واضح کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم اور غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے۔ (فاحشہ کی تعیین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مفسرینِ امت کے اتفاق کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱)۔

اس حدیث نے یہاں فاحشۃ کے مفہوم کو متعین اور اس جرم کے اثبات کے لئے چار مسلمان مرد گواہوں کو ضروری قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ نصابِ شہادت تو یہاں قرآن نے ہی بیان کر دیا ہے۔ جس کا اعادہ سورۃ نور کی آیت وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (نمبر۴) میں بھی کیا گیا ہے۔ اور زنا کی حد بالخصوص شادی شدہ زانی مرد و عورت کی حد حدیثِ رسولؐ میں سبیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرما دی گئی ہے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کی وجہ سے تمام مفسرینِ امت اور تمام علماء و فقہاء مذکورہ حدِ زنا اور نصابِ شہادت کو تسلیم کرتے ہیں حتیٰ کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب جنہوں نے امت میں سب سے پہلے حدِ رجم کا بطورِ حد انکار کیا، وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آیاتِ مذکورہ میں بیان کردہ تعزیرات اگرچہ سورۃ نور میں نازل شدہ حدود کے بعد منسوخ ہو گئیں لیکن بدکاری کے معاملے میں شہادت کا یہی ضابطہ بعد میں بھی باقی رہا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر تدبر قرآن / ج ۲، ص ۲۷)۔

اس کے برعکس جن لوگوں نے حدیثِ مذکور (حدیث عبادہؓ) کو نظر انداز کر دیا ہے، اُن کا باہمی اختلاف و تعناد ملاحظہ ہو۔

ایک صاحب نے کہا ہے کہ فاحشۃ سے مراد صرف زنا نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی بے حیائی مراد ہے۔ اور ہر قسم کی بے حیائی کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔

دوسرے (غامدی) صاحب نے کہا کہ اس سے مراد زنا نہیں ہے، نہ اس میں زنا کی سزا ہی بیان کی گئی ہے۔ بلکہ اس میں استمرار کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو پیشہ ور طوائفیں ہیں، ان کی اس میں سزا بیان کی گئی ہے۔ عام بدکار عورتوں کی یہ سزا نہیں ہے گویا پہلے صاحب نے اُسے بالکل عام کر دیا اور دُوسرے صاحب نے اسے بالکل خاص کر دیا۔

علاوہ ازیں پہلے صاحب نے اس آیت کو محکم (غیر منسوخ) قرار دیا۔ اور دُوسرے صاحب نے اسے ایک عبوری حکم باور کرایا جو بعد میں آیت اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا سے منسوخ ہو گیا۔

پھر ان صاحب نے مزید ظلم یہ ڈھایا کہ محض اپنے نقطہ نظر کے اثبات کے لیے حضرت عمرؓ

---

۱) اپنے تحریری بیان میں استمرار والی بات غامدی صاحب نے نہیں دہرائی، جب کہ عدالت کے روبرو بیان دیتے ہوئے اسے انہوں نے بڑے اعتماد بلکہ اصرار کے ساتھ پیش کیا تھا (ص۔ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا جیسے پاکباز صحابہ وصحابیہ کو غنڈہ، پیشہ ور بدمعاش اور طوائف باور کرایا! (نعوذ باللہ من هٰذه الهذيانات والخرافات) دراں حالیکہ وہ دونوں نہایت نیک اور مخلص مسلمان تھے جن سے بہ تقاضائے بشریت غلطی کا صدور ہوگیا تھا اور جس نے انھیں بے قرار اور مضطرب کر دیا تھا۔ (اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب۔ حدِ رجم کی شرعی حیثیت ـ صفحات ۵۶ ـ ۶۶)۔

- پھر اسی پر ہی بس نہیں کی گئی، یہ دعویٰ بھی ان صاحب نے کیا کہ قرآن وحدیث میں کہیں سرے سے ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہوں کا ہی ذکر نہیں ہے۔ اس لئے اثباتِ زنا کے لئے چار گواہوں کا نصاب ہی غیر ضروری ہے۔ زنا تو ایک گواہ بلکہ ایک بچّے کی شہادت، بلکہ بغیر کسی شہادت کے قرائن کی بنیاد پر بھی ثابت ہو سکتا ہے۔
- اسی طرح موصوف نے حد اور تعزیر کے مابین فرق کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا[۱]
- اور آیت وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ کی بابت ارشاد فرمایا گیا کہ اس میں ان لوگوں کی بابت سزا بیان کی گئی ہے جو بیٹھے بٹھائے یُونہی بغیر کسی واقعے کے صدور کے، کسی پر بدکاری کی تہمت لگادیں، اس کا تعلق زنا کے اس الزام سے نہیں ہے جس کا فی الواقع ارتکاب کیا جا چکا ہو، کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے تو کسی متعین نصابِ شہادت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

موصوف کی یہ تمام باتیں قرآن وحدیث کی واضح نصوص کے خلاف ہیں۔ اور جیسا کہ خود موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ "امت میں مَیں پہلا فرد ہوں جس کی یہ رائے ہے حتّٰی کہ اس بارے میں مَیں اپنے استاذ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب سے بھی مختلف ہوں[۲]"

موصوف نے جو موقف اختیار کیا ہے، اس کے دلائل پر تو آگے بحث آئے گی، یہاں فی الحال اس پہلو کی وضاحت مقصود ہے کہ فقہائے امت کے متفقہ مسلک سے انحراف نے، جو دراصل

---

[۱] اپنے تحریری بیان میں اس نکتے کو انھوں نے سرے سے حذف ہی کر دیا ہے، جبکہ عدالتی بیان میں انھوں نے حد اور تعزیر کے درمیان فرق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (ص ی)۔

[۲] خیال یہ ہے کہ غامدی صاحب کے یہ وہ الفاظ ہیں جو انھوں نے فاضل عدالت کے رُوبرو کہے تھے۔ تاہم اپنے تحریری بیان میں اس "اقرار" سے اجتناب برتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجیّتِ حدیث کے انکار پر مبنی ہے، موصوف کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ اور کتنے فخر اور تعلّی سے وہ پوری امت میں اپنے منفرد ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس زیغ و ضلال اور مَنْ شَذَّ شُذَّ ...... کا مصداق بننے سے بچائے!

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور تضاد کی طرف توجہ مبذول کرا دی جائے جو مذکورہ حضرات کے باہمی موقف میں پایا جاتا ہے اور وہ ہے آیتِ مداینہ[1] کے مفہوم میں۔

ایک صاحب نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو باہمی قرض کا معاملہ کرتے ہوئے جو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اُسے ضبطِ تحریر میں ضرور لائیں۔ نیز اس پر دو مرد گواہ یا ایک مرد اور دو عورتیں کو گواہ بنا لو۔ یہ حکم ایسا ہے کہ جو لین دین ضبطِ تحریر کے بغیر ہوگا، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس قسم کے معاملات کو کسی عدالت میں پیش نہیں کیا جا سکے گا۔

اس کے برعکس غامدی صاحب نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اموال و دیون میں پیش کردہ مذکورہ ہدایت محض ایک اخلاقی تعلیم ہے، کوئی اصول، ضابطہ اور متعین نصابِ شہادت نہیں ہے، کیونکہ بہت سے لوگ لکھنے اور گواہ بنانے کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر اسے اصول اور کلیہ مان لیا جائے گا تو ایسے بہت سے لوگوں کی دادرسی کا اہتمام ناممکن ہوگا۔

حالانکہ یہ دونوں ہی موقف غلط ہیں۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اگر معاہدے کی تحریر نہیں ہوگی تو وہ معاہدہ ہی کالعدم سمجھا جائے گا، اس طرح تو بیشمار لوگوں کے حقوق ضائع ہوں گے۔ اسی طرح اس مفروضے پر کہ اس طرح تو بہت سے حقوق ضائع ہوں گے، سرے سے قرآن کے بیان کردہ اصول اور ضابطے کا انکار ہی کر دینا، معقول طرزِ عمل نہیں ہے۔

ان دونوں موقفوں میں، جو اگرچہ ایک دوسرے سے یکسر متضاد ہیں، بنیادی طور پر ایک ہی مفروضہ کارفرما ہے کہ اگر معاہدہ تحریری نہ ہوا تو پھر جھگڑے کی صورت میں اس کے ثبوت کی کوئی صورت نہ ہوگی، حالانکہ اس قسم کی صورتوں کے لیے حدیثِ رسول میں ایک حل موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر مدّعی کے پاس کوئی ثبوت اور گواہ نہیں ہے تو مدّعا علیہ سے قسم طلب کی جائے گی اور قسم پر فیصلہ کیا جا سکے گا۔ نیز ایک گواہ کم ہونے کی صورت میں ایک قسم سے اُس کمی کو پورا کیا جا سکے گا۔

---

[1] البقرۃ/۲۸۲-۲۸۳-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا یہاں بھی حدیثِ رسولؐ سے بے اعتنائی بلکہ گریز وانحراف نے دونوں فریقوں کو عجیب مخمصے اور پیچیدگی میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہاں اس مثال کے پیش کرنے سے مقصود بھی اُن کے اسی نظریاتی انتشار کی وضاحت ہے جو حجیتِ حدیث کے انکار کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔

غامدی صاحب کے دلائل کی حقیقت :

اب مَیں مختصراً غامدی صاحب کے دلائل کی وضاحت کر کے اُن کے استدلال کی کمزوری نمایاں کروں گا، کیونکہ بعض حضرات اُن کے ادّعائی رویّوں کی وجہ سے) موصوف کے دلائل اور رد عادی میں قوت محسوس کر رہے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری بلکہ فرض منصبی ہے کہ مَیں اس پر بھی کچھ گذارشات پیش کروں :-

۱۔ موصوف نے یأتین الفاحشۃ میں استمرار کا مفہوم لیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد پیشہ ور طوائف ہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ ایک طرف تمام مفسرینِ اُمّت کی متفقہ رائے کے خلاف ہے (اس کی تفصیل ضمیمہ نمبر ۱ میں ملاحظہ فرمائیں) دوسرے خود قواعدِ عربیّت کی رُو سے بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہاں استمرار پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ جب ایسا ہے تو اس میں استمرار کا مفہوم کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض دفعہ عام قاعدہ یعنی فعل مضارع پر کانَ کے بغیر بھی (جو استمرار کا عام قاعدہ ہے) استمرار ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے قوی قرینہ ضروری ہے، بغیر کسی قرینے کے استمرار کا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا۔

جیسے قرآن مجید میں ہے :

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ ۔ (البقرۃ : ۱۴)

"جب منافقین اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایماندار ہیں۔ اور جب اپنے سرداروں سے اُن کی ملاقات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟"

حافظ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ یہاں قرآن مجید میں لفظ إذا جو ماضی کے صیغے پر داخل ہوا ہے، استمرار کے لئے ہے۔ أی إن هذا شأنهم أبدا (یعنی ہمیشہ وہ اسی کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں)۔

حافظ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ (منافقین جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سست سست کھڑے ہوتے ہیں) اس آیت میں بھی إِذَا استمرار کے لئے ہے (ملاحظہ ہو الاتقان ج ۱، ص ۱۴۹، طبع ۱۹۲۵ء، طبع مصر)۔

اس لئے جب تک یا تین میں استمرار کے لئے کوئی لفظ یا واضح قرینہ نہیں ہوگا۔ خالی لفظ مضارع کو استمرار کے مفہوم میں نہیں لیا جا سکتا۔ اس لئے موصوف کا دعویٰ عربی زبان کے مسلّمہ اصول و قواعد کے بھی خلاف ہے۔

۲۔ موصوف نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ شُهَدَآءَ کا لفظ اَزْوَاج کی طرح مشترکہ ہے، اس لئے أَرْبعة شهدآء سے صرف ہم مردوں کی تخصیص صحیح نہیں، اس میں مرد اور عورت دونوں شامل سمجھے جائیں گے۔ لیکن موصوف نے یہ نہیں سوچا کہ علماء و فقہائے امت کا اصل استدلال سورۂ نساء میں وارد لفظ أَرْبعة منكم سے ہے، جس میں عدد معدود کے مُسلّمہ اصول کے مطابق چار مرد گواہ ہی اس جرم کے اثبات کے لیے ضروری ہوں گے۔ اس لئے لفظ شُهَدَآء کو مشترکہ جان لینے کے باوجود سورۂ نساء میں وارد لفظ أَرْبعة میں عدد معدود کے اصول کے مطابق جب تک کسی مضبوط دلیل سے أَرْبعة کو بھی مشترک ثابت نہ کر دیا جائے، لفظ شُهَدَآء کے مشترک ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑیگا کیونکہ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً کا انداز بتلا رہا ہے کہ یہاں محذوف رِجَال ہی ہے، شُهَدَآءَ نہیں ہے۔ اس لئے مفسرینِ امت نے بالاتفاق اس سے أَرْبَعَةَ رِجَالٍ ہی مراد لیا ہے وہ یقیناً منشائے الٰہی کے مطابق ہے۔ جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ تمام مفسرینِ امت نے یہاں رجال ہی کی تخصیص کی ہے، اس کے لئے ضمیمہ ۲ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

مفسرینِ امت کا یہ اتفاق اور فقہاء کا اجماع منشائے الٰہی کو سمجھنے کے لئے ایک دلیل قطعی ہے۔ اگر یہ غلط ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا منشاء یہاں صرف مردوں کی تخصیص نہ ہوتا تو یقیناً یہ اجماع امت متصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جو کہ فی الواقع موجود ہے، کیونکہ یہ ایک غلط بات اور منشائے الٰہی کے خلاف اجماع ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔

اس بناء پر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مفسرینِ امت اور فقہائے کرام سے فہمِ قرآن میں غلطی بھی ہوگئی ہو اور پھر اس پر اجماع بھی ہو جائے۔ اگر ان کے فہم میں غلطی ہوتی تو یقیناً اس میں اختلاف ہوتا اور کچھ نہ کچھ لوگ ضرور دوسری رائے کے حامل بھی ہوتے، جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک گروہ ضرور حق پر رہے گا۔ کسی ایک مفسر یا کسی ایک فقیہ کا بھی اربعہ رجال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اختلاف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فہم و تفسیر نشائے الٰہی کے مطابق ہے۔

لفظ اَربعۃ سے کس طرح اَربعۃ رجال مسلّم ہے، اس کے لیے امام شافعیؒ کی کتاب "الامّ" سے ایک اقتباس قابل ملاحظہ ہے:

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ فَلَا يَجُوزُ فِي الزِّنَا الشُّهُودُ أَقَلُّ مِنْ أَرْبَعَةٍ بِحُكْمِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ بِحُكْمِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا لَمْ يُكْمِلُوا أَرْبَعَةً فَهُمْ قَذَفَةٌ وَكَذٰلِكَ حَكَمَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَجَلَدَهُمْ جَلْدَ الْقَذَفَةِ وَلَمْ أَعْلَمْ بَيْنَ أَحَدٍ لَقِيتُهُ بِبَلَدِنَا اخْتِلَافًا فِيمَا وَصَفْتُ مِنْ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ فِي الزِّنَا أَقَلُّ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَأَنَّهُمْ إِذَا لَمْ يُكْمِلُوا أَرْبَعَةً حُدُّوا حَدَّ الْقَذْفِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا شَيْءٌ مِنَ الشَّهَادَاتِ غَيْرُ شُهُودِ الزِّنَا (الامّ ج ۶، ص ۱۲۲)۔

اس اقتباس میں چار دفعہ اَربعۃ کا لفظ آیا ہے، اور کہیں بھی اس کی وضاحت لفظ رجال سے نہیں کی، کیونکہ عدد معدود کے مسلّمہ اصول کی رُو سے اَربعۃ سے مراد اَربعۃ رجال ہی ہو سکتا ہے، کچھ اور نہیں۔

حدِّ زنا کے ثبوت کیلئے کوئی متعین نصابِ شہادت نہیں؟

۳۔ تیسرا دعویٰ (غامدی صاحب کی طرف سے) یہ کیا گیا ہے کہ الزامِ زنا کے ثبوت کے لئے قرآن و حدیث میں کہیں بھی نصابِ شہادت کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے چار گواہوں کو ضروری قرار دینا ہی سرے سے غلط ہے، الزامِ زنا کے ثبوت کے لئے ایک گواہ بھی کافی ہے بلکہ قرائن کی بنیاد پر بھی زنا کی سزا دی جا سکتی ہے۔

یہ دعویٰ بھی، جو اگرچہ بڑے تحدّی کے انداز میں کیا گیا ہے، قرآن و حدیث کی واضح نصوص کے خلاف ہے، جیسا کہ آیت وَاللّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ میں چار گواہوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور پھر اس کی تاکید سورۂ نور کی آیت وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ میں کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں آیتِ نور (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ) کی شانِ نزول سے متعلقہ صحیح روایات میں بھی چار گواہوں کی تعیین کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث کی ان واضح نصوص سے اُمت کے تمام مفسرین، علماء اور فقہاء و محدثین نے یہی سمجھا ہے کہ ثبوتِ حدِّ زنا کے لئے (اگر مجرم کا اپنا اقرار و اعتراف نہ ہو تو) چار گواہ ضروری ہیں۔ اس نصابِ شہادت کے انکار کا صاف مطلب یہ ہے کہ اُمت کے تمام فقہاء و محدثین (نعوذ باللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم نعوذ باللہ قرآن وحدیث کے فہم سے یکسر عاری تھے کہ ایک ایسی چیز کو انھوں نے لازمی اور ضروری سمجھا جس کا قرآن وحدیث میں سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ کی دُور از کار تاویل:

۴۔ یہ موقف چونکہ قرآن کریم کی نصِ صریح وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ سے ٹکراتا ہے اس لئے اس آیت کی یہ دُور از کار تاویل کی گئی کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیٹھے بٹھائے یوں ہی (بغیر واقعے کے) کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگا دیتے ہیں۔ یعنی صدورِ زنا کے بغیر جو لوگ کسی پر یوں ہی تہمت لگا دیتے ہیں، اس کے لئے چار گواہ ضروری ہیں۔ لیکن اگر فی الواقع زنا کا صدور ہو چکا ہو تو اس کے ثبوت کے لئے چار گواہ ضروری نہیں ہیں۔ بغیر گواہوں کے بھی اس کا اثبات کیا جا سکتا ہے، یا ایک گواہ کے بیان پر بھی حدِ زنا عائد کی جا سکتی ہے۔ صرف عدالت کا اطمینان کافی ہے۔ متعین نصابِ شہادت ضروری نہیں ہے۔

یہ تاویل اپنی رکاکت اور بودے پن میں بالکل واضح اور ـــ عیاں راچہ بیاں ـــ کی مصداق ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ اس بودی تاویل کو کسی طرح قبول نہیں کرتے۔

الزام کی دو نوعیتیں بنا دی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کا تعین کون کرے گا کہ یہ الزام فی الواقع ایک صحیح الزام ہے یا یوں ہی محض بیٹھے بٹھائے لگا دیا گیا ہے؟ آخر الزام لگانے کے بعد ہی عدالت ثبوت طلب کرے گی۔ اگر یہ دو الگ الگ جرم ہیں تو عدالت کس جرم کے تحت ثبوت مانگے گی؟ محض تہمت کے اثبات کے لیے یا الزامِ زنا کے ثبوت کے لئے؟ پہلی صورت کے لئے چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہوگا، جبکہ دوسری صورت کے لئے سرے سے متعین نصابِ شہادت ہی ضروری نہیں ہے۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ محض تہمت زیادہ بڑا جرم ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے تو چار گواہ ضروری ہیں، اگر یہ مہیا نہیں کئے جائیں گے تو تہمت لگانے والوں کو اسی اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور الزامِ زنا (جو صدورِ زنا کے بعد عائد کیا گیا ہو)۔ وہ ہلکا جرم ہے جس کے لئے شہادت کا کوئی نصاب ہی نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اس موقف کی کمزوری اس سے بھی واضح ہے کہ اگر فی الواقع مسئلے کی نوعیت ایسی ہی ہوتی جیسی کہ غامدی صاحب نے بیان کی ہے تو پھر لعان کی مشروعیت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ہے۔ کیونکہ لعان کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے کہ جب خاوند اپنی آنکھوں سے اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی کو کسی اور مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ لیکن اس کی مشکل یہ ہے کہ وہ چار عینی گواہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ نیز بیوی کی بدکاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اس کی غیرت بھی اس کو اپنے پاس رکھنا گوارا نہیں کرتی۔ شریعت نے اس کی مشکل کا یہ حل پیش کیا کہ وہ اس صورت میں لعان کر کے بیوی سے علیحدہ ہو جاتے۔

اب اگر زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ ضروری ہی نہیں ہیں، بلکہ ایک گواہی بھی کافی ہے تو بیوی کی بدکاری پر خاوند سے بڑھ کر اور کون گواہ ہو سکتا ہے؟ اگر ثبوتِ زنا کے لیے ایک گواہی بھی کافی ہوتی تو خاوند کی گواہی پر بیوی پر زنا کی حد عائد ہونی چاہیے تھی۔ لیکن شریعت نے ایسا نہیں کیا بلکہ خاوند کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ چار گواہ پیش کرے، بصورتِ دیگر لعان کرے۔

لعان کی مشروعیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہ ضروری ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تبارک و تعالیٰ لعان کا حکم ہی نازل نہ فرماتا۔ کیونکہ لعان کا تو حکم ہی ایک گواہ کی موجودگی کے باوجود مشروع کیا گیا ہے۔ اور اس ایک گواہی کو ثبوتِ زنا کے لئے کافی نہیں سمجھا گیا۔

موصوف نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ حد اور تعزیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ دعویٰ بھی اُمت کے اجماعی مؤقف سے انحراف ہے تاہم موصوف یہ دعویٰ کر کے آگے گزر گئے اور اس سلسلے میں کوئی دلائل پیش نہیں کئے، اس لئے فی الحال اس پر بحث ممکن نہیں۔ یہاں اس وقت اس کا ذکر اس لئے کر دیا گیا ہے تاکہ موصوف کی تنہا روی کی روش مزید نمایاں ہو کر سامنے آجائے۔

مُسلم اور غیر مُسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں؟

۵۔ موصوف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، جو احکام مسلمانوں کے لیے ہیں، وہی اسلامی مملکت میں رہنے والے غیر مسلموں کے لئے بھی ہیں۔ اس لئے اسلام کے تعزیری نظام کے دائرے سے وہ باہر نہیں ہوں گے۔ یہ مؤقف بھی فقہائے اُمت کے متفقہ اور اجماعی مسلک سے مختلف ہے۔ غیر مسلم جس طرح عبادات میں اسلامی احکام کے پابند نہیں ہیں، اسی طرح وہ اور بہت سے احکام میں اسلامی شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ اور انہی احکام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زنا کے گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ غیر مسلموں کی گواہی پر زنا کی حد عائد نہیں ہوگی، البتہ تعزیری سزا دی جا سکتی ہے اور تعزیری سزا قتل تک بھی ہو سکتی ہے۔

اس پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ جہاں مسلمان گواہ میسر آنے کا امکان نہ ہو، وہاں پھر گویا ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی مملکت میں زنا کی اجازت ہوگی، کیونکہ غیر مسلموں کی گواہی پر تو حدِ زنا عائد ہی نہیں ہو سکے گی۔
لیکن راقم کے خیال میں غیر مسلموں کی شہادت پر حدِ زنا کے عدمِ نفاذ کا مطلب زنا کی اجازت لینا صریحاً زیادتی ہے۔ اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ ایسے علاقوں میں، جہاں غیر مسلموں کی کثرت ہو، وہاں زنا کی عام اجازت ہوگی۔ اس کے وجوہ بھی حسبِ ذیل ہیں:

اولاً ایک اسلامی مملکت میں، جہاں صحیح معنوں میں اسلام کا نظامِ حدود و تعزیرات نافذ ہو، جرائم کا ایسا سدِّباب ہو جاتا ہے کہ وہاں زناکاری کی کسی کو جرأت ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے وہاں مذکورہ اعتراض کی حیثیت ایک مفروضے سے زیادہ نہیں ہے۔

ثانیاً یہی اعتراض اسلام کے مقررہ نصابِ شہادت پر بھی عائد ہو سکتا ہے۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے ثبوتِ زنا کے لئے چار عینی گواہوں کو جو ضروری قرار دیا ہے وہ اتنا کڑا معیار ہے کہ عملاً چار عینی گواہوں کا مہیا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں جہاں دو یا تین گواہ ہوں وہاں زنا کی عام اجازت ہے۔ صرف چار آدمیوں کی موجودگی میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیا اسلام کے اس کڑے معیار کو زنا کی اجازت سے تعبیر کرنا صحیح ہوگا؟ اگر یہ تعبیر صحیح نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر گواہوں کیلئے مسلمان ہونے کی شرط کو زنا کی اجازت سے تعبیر کرنا بھی کسی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اگر چار گواہوں کا نصاب صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو مسلمان ہونے کی شرط بھی صحیح ہے۔ اس سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوگا۔

بنابریں فقہائے امت نے متفقہ طور پر مسلمان ہونے کی جو شرط عائد کی ہے، اسے محض مفروضوں کی بنیاد پر ختم نہیں کیا جاسکتا (فقہائے امت کا اس پر اتفاق ہے یا نہیں، اس کے لئے ضمیمہ ۲ ملاحظہ فرما لیا جائے)۔

مرد کی طرح عورت بھی الزامِ زنا عائد کر سکتی ہے:

اسی طرح وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ میں من نسائکم سے یہ استدلال کرنا کہ جس طرح عورت کے ارتکابِ زنا پر مرد شکایت کر سکتا ہے اسی طرح مرد کے ارتکابِ زنا پر عورت شکایت کر سکتی ہے یا ایک عورت دوسری عورت کی شکایت کر سکتی ہے، اس لئے مِن نِّسَائِكُمْ کا حکم صرف مردوں کے لئے خاص نہیں رہتا، اسی طرح أَرْبَعَةً مِّنكُمْ کا حکم بھی مردوں کے لیے یا مسلمانوں کے لئے ہی خاص نہیں رہنا چاہیے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ نساء کی اس آیت سے مذکورہ اصول کے کشید کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ فقہاء نے یہ بات وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (سورۂ نور) کے تحت تسلیم کی ہے اور اس کا وہاں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر) اگرچہ اس آیت میں عورت کا مرد کے ساتھ الحاق کرنے کی وجہ میں اختلاف ہے۔ کسی نے اشتراکِ علت کی بناء پر قیاس کے ذریعے سے الحاق کیا ہے۔ اور کسی کے نزدیک قیاس کے بغیر ہی یہ چیز چونکہ اس کے معنی و مفہوم میں داخل ہے، اس لیے یہ بات مِنْ بَابِ كَوْنِ الشَّيْءِ فِيْ مَعْنَى الشَّيْءِ کے تحت اس میں داخل ہے۔ تاہم اس بات سے انکار کسی کو نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بات بھی اجماعِ امت سے طے پا گئی ہے کہ جس طرح ایک مرد عورت پر الزام زنا (قذف) عائد کر سکتا ہے، اسی طرح ایک عورت بھی یہ الزام عائد کر سکتی ہے۔ اس لئے سورۂ نساء کا صرف وہی مفہوم مراد لینا صحیح ہے جو اس کے ظاہری الفاظ سے واضح ہے۔ اس میں مزید کسی اور کو داخل کرنا اور پھر اس کی بنیاد پر آیت کو اس کے ظاہری مفہوم سے نکال کر اس میں عموم پیدا کرنا صحیح نہیں ہے۔

آیاتِ لعان میں شہادات باللہ کا مطلب حلف باللہ (قسم) ہے

اسی طرح آیاتِ لعان میں أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللهِ میں اصطلاحی شہادت مراد لے کر مرد و عورت کی گواہی کو برابر قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہاں شَهَادَاتٍ بِاللهِ کے معنی قسموں کے ہیں، کیونکہ شہادت تو ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں دیتا ہے جب کہ یہاں میاں بیوی جو "شہادت" دیتے ہیں وہ اپنے اپنے بارے میں ہے۔ خاوند خود اپنے بارے میں چار مرتبہ حلف اٹھا کر یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی بیوی پر جو الزام عائد کر رہا ہے، اس میں وہ سچا ہے اور بیوی حد سے بچنے کے لئے چار مرتبہ حلف اٹھا کر یہ کہتی ہے کہ خاوند جھوٹا ہے۔

علاوہ ازیں حدیثِ رسول ﷺ میں بھی اسے قسمیں ہی قرار دیا گیا ہے۔ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لعان کا جو واقعہ ہوا، اس میں عورت جھوٹی تھی۔ کیونکہ جب بچہ پیدا ہوا تو وہ خاوند کی بجائے زانی مرد کے مشابہ تھا، اس موقعے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لَوْلَا الْأَيْمَانُ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَأْنٌ "اگر یہ عورت قسمیں نہ کھا چکی ہوتی تو سزا سے نہ بچ سکتی"۔ یہ حدیث اس بات پر نصِ صریح ہے کہ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللهِ میں قسمیں مراد ہیں، اصطلاحی شہادت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مفسرینِ امت اور فقہائے کرام بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے وہ استدلال ضرور کرتے جو اب بعض لوگ اس سے کر رہے ہیں اور پھر اس کی بنیاد پر مرد و عورت کی گواہی کو برابر باور کرا رہے ہیں دراں حالیکہ دونوں کی گواہی کو برابر قرار دینا قرآن و حدیث کی دوسری نصوصِ صریحہ سے بھی متصادم ہے۔ اور یوں وہ اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا (قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے) کی بجائے اَلْقُرْآنُ یَخْتَلِفُ بَعْضُہٗ بَعْضًا (قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی مخالفت کرتا ہے) کا اثبات کر رہے ہیں۔

اس آیت کے استدلال کے ضمن میں ــــ راقم اپنے مفصل مقالے میں بھی بحث کر چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۰ - ۱۷۷) مزید تفسیری حوالوں کے لئے دیکھئے ضمیمہ ۵

علاوہ ازیں لِعان کی یہ شہادت (یا قسم) جو عورت ادا کرتی ہے اس کا تعلق اثباتِ حد سے نہیں ہے، دَرْءِ حد (حد کے ٹالنے) کے لئے ہے، جبکہ زیرِ بحث عورت کی وہ شہادت ہے جس سے اثباتِ حد ممکن ہو سکے، اس میں چونکہ عورت کی شہادت سے شبہہ پیدا ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ نیز اسلام عورت کو اس عدالتی شہادت کی کھکھیڑ میں ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا، اس لئے ان کو اس فرض کی ادائیگی سے ہی سبکدوش کر دیا گیا ہے۔ اِلّا یہ کہ کوئی واقعہ ایسی جگہ ہو جائے جہاں عورتوں کے سوا کوئی موجود ہی نہ ہو، تو وہاں ان کی شہادتوں کی بنیاد پر حد یا تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔

عہدِ نبویؐ کے واقعے سے استدلال:

عہدِ نبویؐ کے جس واقعے سے استدلال کیا جا رہا ہے کہ ایک عورت کے ساتھ ایک مرد نے بالجبر زنا کا ارتکاب کیا اور اس عورت کی گواہی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملزم کو رجم کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔

اس حدیث کی بابت راقم نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ یہ سنداً و متناً کے لحاظ سے مخدوش اور مضطرب ہے۔ امام ابنِ حزمؒ نے بھی اِسے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ بعد میں ایک اور فاضل دوست نے بھی اس کے بعض راویوں پر جرح کر کے اس روایت کو ساقط الاعتبار ثابت کیا ہے۔

استنادی حیثیت سے اگر ہم صرفِ نظر بھی کر لیں، تب بھی اس سے وہ کچھ ثابت نہیں ہوتا جس کے لئے اُسے پیش کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ روایت مسند احمد (ج ۶۔ ص ۳۹۹)، ابوداؤد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج ۴، ص ۲۴۵، طبع مصر)، جامع ترمذی (ج ۴، ص ۵۶، طبع مصر) میں آئی ہے۔ تینوں مقامات میں متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مستغیثہ عورت کی نشاندہی پر کہ اس شخص نے میرے ساتھ یہ فعل کیا ہے، مدعا علیہ خاموش رہا۔ گویا اس کی خاموشی کو اقرار کے مترادف سمجھ کر اس کی بابت رجم کا حکم دیا گیا۔ محض ایک عورت کے استغاثہ، دعوے یا شہادت پر ایسا حکم نہیں دیا گیا، جبکہ بنائے استدلال یہ ہے کہ مدعا علیہ کے انکار کے باوجود محض عورت کے بیان پر حکمِ رجم دیا گیا۔ دراں حالیکہ مذکورہ کتابوں کے متن میں انکار کی صراحت نہیں ہے۔

البتہ سنن بیہقی میں وارد الفاظ سے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن اہلِ علم جانتے ہیں کہ صحت واستناد کے لحاظ سے ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد سنن بیہقی سے فائق تر ہیں۔ اور اس لحاظ سے بیہقی کا متن مرجوح اور دوسری کتابوں کا متن راجح اور قابلِ قبول قرار پائے گا۔ علاوہ ازیں خود امام بیہقیؒ نے اپنی روایت کردہ روایت کے متن کے مقابلے میں دوسرے متن ہی کو ترجیح دے کر دو احتمالات بیان کئے ہیں، پہلا یہ کہ أمر بہ کا مطلب ہے کہ تعزیر کا حکم دیا، (رجم کا نہیں)۔ دوسرا احتمال یہ کہ عورت کے ساتھ آنے والے لوگوں نے اس شخص کے خلاف گواہی دی ہو۔ (اگرچہ یہ گواہیاں غلط تھیں) تاہم ان گواہیوں کی بنا پر ہی آپؐ نے حکمِ رجم صادر فرمایا۔ (ملاحظہ ہو سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۸۴-۲۸۵)۔

اِن دو احتمالات کی موجودگی میں روایت سے وہ استدلال ممکن نہیں رہتا جو بعض حضرات کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں خود امام بیہقیؒ نے کتاب الحدود کی بجائے اسے دوسرے باب میں ذکر کر کے مذکورہ استدلال کو کمزور کر دیا ہے۔ گویا اس کا تعلق ان کے نزدیک حدود سے ہے ہی نہیں۔ امام بیہقیؒ نے حسبِ ذیل باب میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ يَسْقُطُ كُلُّ حَقٍّ لِلّٰهِ تَعَالَى بِالتَّوْبَةِ قِيَاسًا عَلَى آيَةِ الْمُحَارَبَةِ

"اس باب کے بیان میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حق توبہ کے ساتھ ساقط ہو جاتا ہے، آیتِ محاربہ پر قیاس کرتے ہوئے"

مثال پیش کرنے کا مطالبہ کسی اصول پر مبنی نہیں ہے:

ایک بات یہ بھی جاری ہے کہ دورِ رسالتؐ سے کوئی ایک مثال اس امر کی پیش کی جائے کہ جس میں عورت کی گواہی حدود میں رد کر دی گئی ہو۔ لیکن یہ مطالبہ کسی اصول پر مبنی نہیں ہے جب مثبت طور پر اس کے واضح دلائل موجود ہوں (جیسا کہ مسئلہ زیر بحث پر موجود ہیں، جس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل راقم نے بھی اپنے اصل مقالے (صفحہ ۴۸-۵۲) میں کی ہے) تو اس کے بعد مذکورہ مطالبہ کوئی اہمیت اور وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کے برعکس بھی کوئی مثال پیش کرنی مشکل ہے۔

اس سلسلے میں "حضرت علیؓ کے فیصلے" نامی ایک اُردو کتاب سے بعض واقعات پیش کر کے یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ عورتوں کی شہادت پہ حدِ زنا نافذ کی گئی ہیں۔ حالانکہ اوّل تو یہ اُردو کی کتاب ہے جو بے سند ہے۔ ثانیاً واقعات کا انداز بتلا رہا ہے کہ کسی شخص نے گھر میں بیٹھ کر یہ واقعات تصنیف کئے ہیں۔ جس سے مؤلف کا مقصد صرف حضرت علیؓ کی شخصیت کو نمایاں اور ممتاز کرنا ہے، بلکہ اُن کے اندر خدائی صفات کا اثبات ہے، جس طرح کہ "محراب میں لاش" والے واقعے سے واضح ہے۔

تاہم اس کے باوجود راقم نے اِن واقعات کو غور سے پڑھا ہے لیکن سوائے ایک واقعے کے کسی کا بھی تعلق مسئلہ زیرِ بحث سے نہیں ہے۔ یہ واقعہ صفحہ ۲۵۰ پر بعنوان "ایک یتیمہ پر انوکھا ظلم" ہے۔ صرف یہ واقعہ ایسا ہے کہ جس میں زنا کی گواہ صرف عورتیں تھیں (اور یہ سب جھوٹی تھیں)، لیکن اس کے باوجود حضرت علیؓ نے گواہی کے لئے ان کو طلب کیا۔

اِس سے بظاہر یہ استدلال ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے باوجود اس بات کے کہ گواہ صرف عورتیں تھیں، آپ نے ان کو گواہی کے لئے طلب فرمایا، جس سے یہ معلوم ہوا کہ زنا کے کیس میں عورت کی گواہی قابلِ قبول ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ یہ فرما دیتے کہ مرد گواہ پیش کرو عورتوں کو بطورِ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

لیکن اوّل تو یہ واقعہ بالکل بے حوالہ ہے۔ اِس کا کوئی سر پیر ہی نہیں ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات کو اہمیت دی جائے گی تو عورت کی گواہی کے ردّ کئے جانے کے واقعات بھی تصنیف کر کے کتابی شکل میں چھاپے جا سکتے ہیں اور پھر بطورِ ماخذ ان کو پیش کیا جا سکتا ہے اس لئے دلائل کی دنیا میں ایسے مَن گھڑت واقعات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اگر بالفرض اس کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو اس سے صرف یہی ثابت ہو گا کہ جہاں وقوعہ کے وقت گواہ صرف عورتیں ہی ہوں گی، تو وہاں اُن کی گواہی یقیناً سنی جائے گی اور ایسے واقعات میں عورتوں کی گواہی سننے سے کسی بھی عالم و فقیہ کو انکار ہی نہیں ہے۔ سب اس بات کو مانتے ہیں۔ اختلاف صرف اس اَمر میں ہے کہ صرف عورتوں کی گواہی پر حد بھی نافذ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جمہور علماء اس صورت میں صرف تعزیری سزا کے قائل ہیں، جبکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابنِ تیمیہ وابنِ قیمؒ حد کے نفاذ کے بھی قائل ہیں، جیسا کہ راقم کے اصل مقالے میں اس کی ضروری تفصیل موجود ہے۔

بنابریں راقم پوری ذمہ داری سے یہ عرض کرتا ہے کہ اس کتاب میں پیش کردہ واقعات میں سے کوئی بھی واقعہ (اگرچہ ان کی استنادی حیثیت محلِ نظر ہی ہے) علمائے کرام کے اس متفقہ موقف کے خلاف نہیں ہے جس پر فقہائے امت کا اجماع ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ !

ضمیمہ

ضمیمہ ۱

یأتین الفاحشۃ میں فاحشہ سے مراد زنا ہے۔

۱۔ والفاحشۃ ما اشتد قبحہ، واستعملت کثیرًا فی الزنا لأنہ من أقبح القبائح وھو المراد ھنا علی الصحیح۔ (روح المعانی، ج ۴، ص ۲۳۴)۔

۲۔ والفاحشۃ الزنا لزیادتھا فی القبح علی کثیر من القبائح (الکشاف، ج ۱، ص ۳۵۵، طبع قدیم)

۳۔ ھی فی اللغۃ عبارۃ عن کل فعل تعظم کراھیتہ فی النفوس، ویقبح ذکرہ فی الألسنۃ حتی یبلغ الغایۃ فی جنسہ، وذلک مخصوص بشھوۃ الفرج إذا قتضیت علی الوجہ الممنوع شرعًا والمجتنب عادۃ وذلک یکون فی الزنا اجماعًا (أحکام القرآن لابن العربی، ج ۱، ص ۳۵۴)۔

۴۔ والمراد بھا ھنا الزنا خاصۃ، وإتیانھا فعلھا ومباشرتھا (فتح القدیر، شوکانی، ج ۱، ص ۴۰۴)۔

۵۔ الفاحشۃ یعنی الزنا، وھی یشمل السحاقات ایضًا لعموم اللفظ ویشمل ایضًا أن یؤتی المرأۃ الأجنبیۃ فی دبرھا (تفسیر المظھری، ج ۲، ص ۴۴)۔

۶۔ والفاحشۃ۔ والمراد بھا ھنا الزنا خاصۃ (فتح البیان، ج ۱، ص ۵۲۵)۔

۷۔ الفاحشۃ یعنی الزنا (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۶۲)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸- " " (تفسیر البغوی، ج ۱، ص ۴۰۵)۔

۹- وأجمعوا علی أنّ الفاحشة ههنا الزنا (تفسیر کبیر، امام رازی، ج ۹، ص ۲۳۰)۔

۱۰- والمراد بها هنا الزّنا (تفسیر المراغی، ج ۴، ص ۲۰۵)۔

۱۱- الفاحشة فی هذا الموضع الزّنا (تفسیر القرطبی، ج ۵، ص ۸۳)۔

۱۲- ای الخصلة البلیغة فی القبح وهی الزّنی (تفسیر القاسمی- محمد جمال الدین قاسمی، ج ۴، ص ۱۴)۔

۱۳- وأجمعوا علی أنّها الزّنا ههنا (تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج ۴، ص ۲۰۳)

۱۴- الفاحشة الفعلة القبیحة أرید بها الزّنا لزیادة قبحه (تفسیر أبی السعود، ج ۱، ص ۱۵۴)

۱۵- الزّنا لزیادة قبحها وشناعتها (تفسیر الجواهر- شیخ طنطاوی جوهری، ج ۲، ص ۲۶)

۱۶- تفسیر الدر المنثور/ ج ۲، ص ۱۲۹۔

۱۷- تفسیر أضواء البیان، شنقیطی/ ج ۱، ص ۳۱۴۔

۱۸- الزّنا فی قول الجماعة (تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی، ج ۲، ص ۳۴)۔

۱۹- لم یختلف السلف فی أن ذلك كان حدّ الزانیة فی بدء الاسلام وأنه منسوخ۔ (از احکام القرآن- جصاص، ج ۲، ص ۱۰۴)

۲۰- أحکام القرآن، امام شافعی، ج ۱، ص ۳۰۳، ۳۱۱۔ الطبعة الأولی ۱۹۵۱ء۔

۲۱- المراد بالفاحشة الزّنا- أحکام القرآن- مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، ج ۲، ص ۱۸۱۔

۲۲- ای الزّنا لزیادتها فی القبح علی کثیر من القبائح (تفسیر مدارک للنسفی، ج ۱، ص ۳، طبع لاہور)

۲۳- والمراد بها هنا الزّنا (صفوة التفاسیر، محمّد علی الصّابونی، ج ۱، ص ۲۶۵)۔

۲۴- کنایة عن الزّنا (مفردات القرآن، امام راغب، ص ۳۸۰، طبع نور محمد کراچی)۔

۲۵- والفاحشة الزّنا لزیادة قبحها وشناعتها (تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۲۰۹)۔

۲۶- والفاحشة الزّنا (تفسیر جلالین مع تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۲۰۹)۔

۲۷- " " (التفسیرات الأحمدیة، ج ۱، ص ۲۴۰)

۲۸- ای الزّنا (تیسیر الکریم الرحمٰن، ج ۲، ص ۱۸)

۲۹- یعنی الزّنا (تفسیر مجاهد، ص ۱۴۸، طبع قطر، ۱۹۷۶ء)۔

ضمیمہ ۲

زنا کے چاروں گواہوں کے مرد ہونے پر مفسرین اُمت کا اتفاق:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- أربعة رجال من رجالكم يعني من المسلمين (تفسير الطبري، ج ۸، بتحقيق احمد محمد شاكر)

۲- أربعة منكم والخطاب للمسلمين كافة لأنهم متكافلون في أمورهم العامة وهم الذين يختارون لأنفسهم الحكام الذين ينفذون الأحكام ويقيمون الحدود. ولفظ الأربعة يطلق على الذكور فالمراد أربعة من رجالكم. قال الزهري مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده أن لا تقبل شهادة النساء في الحدود فيؤخذ منه أن قيام المرأتين مقام الرجل في الشهادة كما هو ثابت في سورة البقرة لا يقبل في الحدود فهو خاص بما عداها. وكأن حكمة ذلك إبعاد النساء عن مواقف الفواحش والجرائم والعقاب والتعذيب رغبة في أن يكن دائمًا غافلات عن القبائح لا يفكرن فيها ولا يخضعن مع أربابها وأن تحفظ لهن رقة أفئدتهن فلا يكن سببًا للعقاب واشترطوا في الشهداء أيضًا أن يكونوا أحرارًا (المنار ج ۴، ص ۴۳۵)

۳- أي أربعة من رجال المؤمنين وأحرارهم.... واشترط الأربعة في الزنا تغليظًا على المدعي وسترًا على العباد. (تفسير روح المعاني، ج ۴، ص ۲۳۴).

۴- وهذا حكم ثابت بإجماع من الأمة.... منكم المراد هٰهنا الذكور دون الإناث لأنه سبحٰنه ذكر أولًا من نسائكم ثم قال منكم فاقتضى ذلك أن يكون الشاهد غير المشهود عليه، ولا خلاف في ذلك بين الأمة (أحكام القرآن ابن العربي، ج ۱، ص ۳۵۵-۳۵۶)

۵- منكم المراد به المسلمون. (فتح القدير، شوكاني، ج ۱، ص ۴۰۲).

۶- يعني رجالًا أربعة من المؤمنين العدول فلا يجوز في الحدود شهادة النساء إجماعًا.

۷- منكم المراد به الرجال المسلمون (تفسير فتح البيان، ج ۱، ص ۵۲۵، طبع بھوپال ۱۲۹۰ھ)

۸- اتفق العلماء على أن الزنى يثبت بشهادة أربعة من الرجال ولا يثبت بشهادة ما دونها ولا بشهادة النساء لقوله تعالى فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ...

(تفسير المظهري، ج ۲، ص ۴۲۴)

۹- يعني من المسلمين وهذا خطاب للحكام أي فاطلبوا عليهن أربعة من الشهود. فيه بيان أن الزنى لا يثبت إلا بأربعة من الشهود. (تفسير البغوي، ج ۱، ص ۴۰۵).

۱۰- المراد منه الزنا وذلك لأن المرأة إذا نسبت إلى الزنا فلا سبيل لأحد عليها إلا بأن يشهد أربعة رجال مسلمون على أنها ارتكبت الزنا.... هذا قول جمهور المفسرين

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تفسیر کبیر، ج ۹، ص ۲۳۱)۔

۱۱۔ ای اطلبوا شهادة أربعة رجال احرار منكم (آگے "المنار" والی حکمت بیان کی گئی ہے)۔ (تفسیر المراغی، ج ۴ ص ۲۰۵)۔

۱۲۔ منكم أى من المسلمين، فجعل الله الشهادة على الزنا خاصّة أربعة تغليظًا على المدّعى وسترًا على العباد (تفسير القرطبى، ج ۵، ص ۸۳۔ وتعديل الشهود بالأربعة فى الزنا حكم ثابت فى التوراة والانجيل والقرآن۔ ج ۱۲، ص ۱۷۶۔

۱۳۔ أربعة منكم أى من المسلمين (تفسير القاسمى، ج ۳، ص ۴۲) انّ الزنى لا يقبل فيه إلّا أربعة رجال لا اقلّ ولا نساء (تفسير القاسمى، ج ۷، ص ۱۳۶۔

۱۴۔ وفى النص دقّة واحتياط بالغان۔ فهو يحدّد النسآء اللّواتى ينطبق عليهنّ الحدّ: «من نسآئكم» أى المسلمات۔ ويحدّد نوع الرّجال الّذين يستشهدون على وقوع الفعل: «من رجالكم» أى المسلمين۔ فحسب هٰذا النص يتعيّن من توقّع عليهنّ العقوبة إذا ثبت الفعل۔ ويتعيّن من تطلب اليهم الشهادة على وقوعه۔

أنّ الاسلام لا يستشهد على المسلمات - حين يقعن فى الخطيئة - رجالًا غير مسلمين، بل لا بدّ من أربعة رجال مسلمين منكم - من هذا المجتمع المسلم - يعيشون فيه، و يخضعون لشريعته ويتبعون قيادته، و يهمّهم أمره، ويعرفون ما فيه ومن فيه - ولا تجوز فى هذا الأمر شهادة غير المسلم، لأنّه غير مأمون على عرض المسلمة، وغير موثوق بأمانته وتقواه - ولا مصلحة له ولا غيرة كذلك على نظافة هذا المجتمع وعفته، ولا على إجراء العدالة فيه وقد بقيت هٰذه الضّمانات فى الشّهادة حين تغيّر الحكم، وأصبح هو الجلد أو الرّجم۔ (تفسير فى ظلال القرآن، ج ۲، ص ۲۷۵-۲۷۶)

۱۵۔ منكم أى من رجالكم قال الزّهرى مضت السّنّة ۔۔۔ (تفسير غرائب القرآن، ج ۴ ص ۲۲)

۱۶۔ أى فاطلبوا أن يشهد عليهنّ باتيانها أربعة من رجال المؤمنين واحرارهم (تفسير أبى السّعود، ج ۱ ص ۱۵۴)۔

۱۷۔ فاطلبوا ثمن قذفهنّ أربعة من الرّجال تشهد عليهنّ (تفسير الجواهر، شيخ طنطاوى، ج ۲ ص ۲۶)۔

۱۸۔ تفسير الدرّ المنثور، ج ۲، ص ۱۲۹۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹ - منكم من المسلمين (تفسیر زاد المسیر، ج ۲، ص ۳۴) -

۲۰ - ولفظ أربعة اسم لعدد المذكرين، فالمعنى استشهدوا أربعة من رجال المؤمنين واحرارهم، . . . وهذا اجماع لاخلاف فيه بين أهل العلم لقول الله تعالى فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ — وقوله تعالى ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ، وقال لولا جاءوا عليه بأربعة شهداء، وقال سعد بن عبادة لرسول الله صلى الله عليه وسلم أرأيت لو وجدت مع امرأتي رجلا أمهله حتى آتي بأربعة شهداء، فقال النبي صلى الله عليه وسلم نعم، رواه مالك وأبو داؤد (أحكام القرآن، مولانا ظفر احمد عثمانی، ج ۲ ص ۱۹۱-۱۹۲، طبع کراچی ۱۹۸۰ء) -

۲۱ - منكم من المؤمنين (تفسیر مدارک للنسفی، ج ۱، ص ۳۰۰، طبع لاہور) -

۲۲ - فاطلبوا أن يشهد على اقترافهن الزنا أربعة رجال من المسلمين الاحرار (صفوة التفاسير ج ۱، ص ۲۶۵) -

۲۳ - فاطلبوا ممن قذفهن أربعة من رجال المؤمنين تشهد عليهن (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۰۹)

۲۴ - منكم أي من رجالكم المسلمين (تفسیر جلالین، مع تفسیر بیضاوی، ج ۱ ص ۲۰۹) -

۲۵ - أربعة من الرجال المؤمنين يشهدوا عليهن، (التفسيرات الأحمدية، ملا جیون، ج ص ۲۱۸) -

اُردو تفاسیر و تراجم :

۱ - تفہیم القرآن، ج ۱، ص ج ۳، ص ۳۲۸ - ۳۳۳ -

۲ - تدبر قرآن، ج ۱، ص ۳۶ - ۳۷ - ج ۴، ص ۵۰۸ - (صرف اس تفسیر میں گواہوں کی جنس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ہے، البتہ ثبوتِ زنا کے لیے چار گواہوں کا نصاب تسلیم کیا گیا ہے) -

۳ - تفسیر حقانی، ج ۲، ص ۱۳۶، طبع نور محمد کراچی - ج ۳، ص ۳۷۱ - ۳۷۲ -

۴ - تفسیر مواہب الرحمٰن، ج ۲، ص ۱۸۵ - ۱۸۶ -

۵ - تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع مرحوم، ج ۲، ص ۳۲۵ - ۳۲۷ - ج ۶، ص ۳۵۳ - ۳۵۴ -

۶ - تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی -

۷ - تفسیر ترجمان القرآن، ج اوّل، ص ۳۶۳ - مولانا ابوالکلام آزاد -

۸ - ترجمہ و حاشیہ مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم، ص ۱۰۳، طبع لاہور -

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹ - کشف الرحمن، مولانا احمد سعید دہلویؒ، ص ۱۲۶، مع ضمیمہ ص ۳۰، ج اول، طبع کراچی۔
۱۰ - تفسیر "ترجمان القرآن" اُردو، نواب صدیق حسن خاںؒ، ج ۲، ص ۵۹۹-۶۰۱۔
۱۱ - تفسیر موضح القرآن۔ شاہ عبدالقادر دہلویؒ، ص ۱۲۹-۱۳۰-۵۷۹۔
۱۲ - تفسیر ماجدی، مولانا عبدالماجدؒ دریا آبادی، جلد اوّل، ص ۱۸۳، مطبوعہ تاج کمپنی۔
۱۳ - تفسیر احسن التفاسیر، سید احمد حسن دہلوی، ج ۱، ص ۳۰۱، مکتبہ سلفیہ، لاہور۔
۱۴ - تفسیر وحیدی، مولانا وحید الزمان حیدر آبادی، ص ۴۷۔ طبع لاہور۔
۱۵ - کنز الایمان، ترجمہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۱۷۔ طبع دہلی۔
۱۶ - ترجمہ قرآن مجید مع غرائب القرآن، ڈپٹی نذیر احمد دہلویؒ۔ ص ۱۴۲، ۴۳۱۔ طبع دہلی، ۱۳۲۴ھ۔
۱۷ - مقبول ترجمہ، مولانا مقبول احمد دہلوی (شیعہ ترجمہ و حاشیہ) ص ۹۴-۹۵، طبع لاہور۔
۱۸ - ترجمہ و حاشیہ، مولانا فرمان علی (شیعہ) ص ۴۱۹۔ طبع لاہور۔

ضمیمہ ۳

گواہوں کے مسلمان ہونے کی شرط:

والمراد بالإحصان ههنا بإجماع العلماء أن يكون حرًّا عاقلًا بالغًا مسلمًا عفيفًا غير متهم بالزني (المظهري ۶/۴۴۴)

وشرائط الإحصان خمسة، الاسلام، والعقل، والبلوغ والحرية والعفة من الزني (التفسير الكبير، ج ۲۳، ص ۱۵۶) (تفسير أبي السعود، ج ۳، ص ۱۵۷) (تفسير أضواء البيان ج ۶-ص ۹۹ — ۱۰۰) (تفسير القرطبي، ج ۱۲، ص ۱۷۳)۔

الإحصان الذي يوجب الحد على قاذفه وهو أن تكون حرًّا بالغًا عاقلًا مسلمًا عفيفًا ولا نعلم خلافًا بين الفقهاء في هذا المعنى۔ (أحكام القرآن، جصّاص، ج ۳، ص ۳۲۹)۔

أن يكونوا مسلمين، فلا تقبل شهادة أهل الذمة فيه (أحكام القرآن، ظفر احمد عثمانی ج ۲-ص ۱۹۲)۔

وشروط احصان القذف الحرية والعقل والبلوغ والاسلام والعفة عن الزنا (المدارك، ج ۳ ص ۳۲۵)۔

وأمّا شرط الاسلام فيه فلأنه من معاني الاحصان واشرفها، كما بيّناه من قبل،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولأنّ عرض الكافر لا حرمة له يهتكها القذف، كالفاسق المعلن لا حرمة لعرضه، بل هو أولى لزيادة الكفر على المعلن بالفسق (أحكام القرآن - لابن العربي، ج ۳، ص ۱۳۳)۔

والإحصان ههنا بالحرية والبلوغ والعقل والاسلام والعفّة عن الزنا۔ (تفسير بيضاوى، ج ۲، ص ۱۱۸)۔ (التفسيرات الأحمدية، ص ۵۴۷)۔

ضمیمہ ۴

عورت بھی مرد پر الزامِ زنا عائد کرسکتی ہے۔

۱۔ والذين يرمون المحصنت وخصّهن بالذكر لأنّ قذفهنّ أشنع والعار فيهنّ أعظم، ويلحق الرجال بالنساء في هذا الحكم بلا خلاف بين علماء هذه الامة (فتح القدير شوكانی، ج ۴، ص ۶)۔

۲۔ فتح البیان، نواب صدیق حسن خان، ج ۳، ص ۲۳۹)۔

۳۔ المحصنت والمحصنين بدلالة هذا النص للقطع بالغاء الفارق وهو صفة الأنوثة واستقلال رفع عار ما نسب إليه بالتأثير بحيث لا يتوقف فهمه على أهلية الاجتهاد وعليه انعقد اجماع الامة۔ وتخصيص المحصنت بالذكر لخصوص الواقعة ولأنّ قذف النساء أغلب وأشنع (تفسير المظهرى، ج ۶، ص ۴۴۵)۔

۴۔ فاذا كان الرجل مقذوفًا فكذلك يجلد قاذفه أيضًا وليس فيه نزاع بين العلماء (ابن كثير)۔

۵۔ وكل من رمى محصنًا أو محصنةً بالزنا... فيجب عليه جلد ثمانين جلدة (البغوى)

۶۔ قال الحسن البصرى قوله والذين يرمون المحصنت يقع على الرجال والنساء، وسائر العلماء أنكروا ذلك لأنّ لفظ المحصنات جمع مؤنث فلا يتناول الرجال بل الاجماع دلّ على أنّه لا فرق في هذا الباب بين المحصنين والمحصنات۔ (التفسير الكبير، ج ۲۳، ص ۱۵۶)۔

۷۔ ذكر الله تعالى في الاية النساء من حيث هنّ أهم، ورميهنّ بالفاحشة أشنع وأنكى للنفوس وقذف الرجال داخل في حكم الاية بالمعنى، واجماع الأمة على ذلك (تفسير القرطبي، ج ۱۲، ص ۱۷۲)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۸۔ وتخصیص النسآء لخصوص الواقعة ولأنّ قذفهنّ أغلب وأشنع وإلا فلا فرق فيه بين الذكر والأنثى (تفسير القاسمي، ج۷۔ ص ۱۳۳)۔

۹۔ تفسير الجواهر۔ الشيخ طنطاوی، ج ۱۲۔ ص ۵۔

۱۰۔ لا يخفى أنّ الآية إنما نصّت على قذف الذكور للاناث خاصّة، لأنّ ذلك هو صريح قوله والذين يرمون المحصنت نقد أجمع جميع المسلمين على أنّ قذف الذكور للذكور، أو الاناث للاناث أو الاناث للذكور لا فرق بينه وبين ما نصّت عليه الآية، من قذف الذكور للاناث، للجزم بنفي الفارق بين الجميع۔ (تفسير أضواء البيان، للشنقيطي، ج ۶ ص ۸۹)۔

۱۱۔ قد خصّ الله تعالىٰ المحصنت بالذكر ولا خلاف بين المسلمين انّ المحصنين مرادون بالآية وأنّ الحدّ واجب على قاذف الرّجل المحصن كوجوبه على قاذف المحصنة۔ (أحكام القرآن، جصّاص ج ۳، ص ۳۲۹)۔

۱۲۔ والمحصن كالمحصنة في وجوب حدّ القذف (تفسير مدارك، للنسفي، ج ۳، ص ۱۲۵)۔

۱۳۔ هو وصف للنساء، ولحق بهن الرّجال، واختلف في وجه إلحاق الرّجال بهنّ، فقيل بالقياس عليهن كما الحق ذكور العبيد بالاماء في تشطير الحد ... وقال إمام الحرمين ليس من باب القياس وإنما هو من باب كون الشئ في معنى الشئ قبل النظر إلى علته .... والصّحيح ما أشار إليه ابو الحسن والقاضي ابو بكر كما قدّمنا عنهما، من أنه قياس صريح صحيح (أحكام القرآن لابن العربي، ج ۳، ص ۱۳۲۳)۔

۱۴۔ أراد بالرّمي القذف بالزنا وكل من رمى محصنا أو محصنة بالزّنا (تفسير البغوي ج ۳، ص ۳۲۳)

۱۵۔ ولا فرق فيه بين الذكر والأنثى وتخصيص المحصنات لخصوص الواقعة أو لأنّ قذف النسآء أغلب وأشنع (أنوار التنزيل وأسرار التأويل، بيضاوي ج ۲، ص ...)

۱۶۔ اعلم أنّه اتّفق المفسّرون والفقهاء على أنّ هذه الآية هي الّتي يستدل بها على أنّ من قذف محصنا أو محصنة بالزّنا ثم لم يأت بأربعة شهداء وجب عليهم ضرب حدّ ثمانين جلدة۔ (التفسيرات الأحمدية، ص ۵۴۶)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷ - أی النسآء الحرآئر العفاف وکذلك الرجال لا فرق بین الأمرین (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان - عبد الرحمن بن ناصر السعدی، ج ۵ ص ۱۹۲، طبع مدینہ منورہ)۔

ضمیمہ ۵

لعان کی شہادتیں قسمیں ہیں:

لعان کی شہادتیں، اصطلاحی شہادت نہیں، قسمیں ہیں (روح المعانی ج ۱۸، ص ۱۰۶)۔

فیحلفہ الحاکم أربع شہادات باللہ فی مقابلۃ أربعۃ شہدآء (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۵)

نعندئذٍ یحلف أربع مرّات باللہ انّہ لصادق فی دعواہ علیہا بالزنا (تفسیر فی ظلال القرآن ج ۶ - ص ۶۴)

مدلل بحث، قابلِ ملاحظہ (تفسیر أضواء البیان، ج ۶ ص ۱۳۴ - ۱۳۸)۔

" (أحکام القرآن لابن العربی، ج ۳، ص ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲)۔

(صفوۃ التفاسیر، ج ۲ - ص ۳۲۷)

(واللہ تعالیٰ أعلیٰ وأعلم بالصواب)

۱ - تفسیر ثنائی مکمل مجلد چرمی	۸۱/۰۰	۵ - صلوٰۃ الرسول	۴۶/۵۰
۲ - فتاویٰ ثنائیہ کامل	۵۵/۰۰	۶ - کتاب التعویذات	۶/۰۰
۳ - واضح البیان - تفسیر سورۃ فاتحہ	۱۸/۰۰	۷ - موت کا منظر	۱۰/۰۰
۴ - تہذیب النسواں از بیگم نواب شاہجہان	۱۲/۰۰	اور دیگر ہر قسم کی عربی اردو کتب کے لیے:	

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار - گوجرانوالہ -

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ